معاصرین علماء سوء کی اصلاح مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں

Reformation of Contemporary astrayed Scholars, in the light of Mujaddis Alf Sani's Teachings

☆ڈاکٹر عدنان ملک

ہیڈ آف مسلم ہسٹری ڈیپارٹمنٹ، گورنمنٹ کالج حیدر آباد

☆☆ڈاکٹر محمد زبیر

چیئرمین وایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ اسلام، جامعہ کراچی

Abstract:

Mujaddif Alaf Sani during the Muslim era in the sub-continent left no stone unturned in his endeavor for the preservation and spread of Shariah. He made it the sole aim of his life and hence devoted it completely towards that end. For which he focused his attention particularly on three of the most influential classes of the society- the religious scholars, Sufis and Aristocrats. Addressing them in his exhortations, he struggled to make them true followers of Shariah so that they may effect their own sphere of influences and the true message should reach every nook and corner of the society. He knew it quite well that the causes of the social, ethical and religious ills found in the society were basically due to these astrayed religious scholars, Sufis and the aristocrats of that the times. Hence, it was from there that the struggle for the revival of Shariah was to be initiated. This article aims at discussing that struggle and particularly the steps taken by Mujaddid Alaf Sani in his struggle to rectify the astrayed religious scholars of his age.

Key Words: Mujadded, Alf, Shani, Reforms, Astrayed, religious, scholars, Sub, Continent.

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی(1564-1624ء)نے عہد اسلامی کے ہندوستانی معاشرے میں اسلامی فکر کی اشاعت اور شریعت کی تنفیذ کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔ مجدد الف ثانی نے معا

شرے کے تین اہم طبقوں (علماء، صوفیاء واہل حکومت) کو اپنا مخاطب بنایا، انھیں احکام شریعت کا پابند بنانے کی کوشش کی اور خود ان میں یہ صلاحیت پیدا کی کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں شریعت کو رواج دیں۔ حقیقت میں مجدد الف ثانی اپنے عہد کے حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ مسلم معاشرے میں جو ضعیف الاعتقادی پھیل رہی ہے، مسلمانوں کی دینی، سماجی اور اخلاقی زندگی میں جو خرابیاں رواج پا رہی ہیں ان کے بنیادی اسباب علماء سوء، صوفیاء خام اور بادشاہ وامراء ہیں۔ اگر ان کی اصلاح ہوگی اور ان کی زندگی کا رخ درست ہو گیا تو معاشرے کی اصلاح آسان ہو جائے گی۔ حضرت مجدد الف ثانی نے پہلا طبقہ (علماء سوء) کی اصلاح کے لیے جو کاوشیں کیں اور اس کے لیے جو طریقہ اختیار کیا زیر نظر مقالہ میں ان کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ سولہویں صدی عیسوی کی ایک انقلابی شخصیت ہیں۔ آپؒ نے اپنے دور اور اپنے بعد میں آنے والے ادوار پر اپنے تجدیدی کارناموں کی وجہ سے گہرے اثرات مرتب کیے اور تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ آپ 971ھ/1564ء کو بھارت کے صوبہ پنجاب کے شہر "سرہند" میں پیدا ہوئے۔[1] آپ کا لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات تھی۔[2] آپ نے ابتدائی تعلیم کے سفر کا آغاز حفظ قرآن کریم سے کیا اور جلد ہی حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔[3] آپ نے اپنے والد صاحب کے علاوہ دیگر علماء کبار سے بھی اکتساب علم کیا اور اس زمانے میں رائج علوم مثلاً منطق و فلسفہ، علم الکلام اور اصول فقہ اس وقت کے جید عالم مولانا شاہ محمد کیتھلی[4] سے حاصل کیے۔ حدیث کی بعض کتابیں شیخ شہاب الدین احمد بن حجر کے شاگرد یعقوب[5] کشمیری سے پڑھیں۔[6] آپ سترہ سال کی عمر میں علوم کے جامع بن گئے۔ تصوف و سلوک کی راہوں سے بھی آپ کی آشنائی قابل دید تھی۔ اس سلسلے میں آپ نے سب سے پہلے اپنے والد صاحب سے استفادہ کیا اور آپ کی صلاحیتیں بھی دراصل ادھر سے ہی نکھر کر سامنے آئیں۔ اس کے بعد آپ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی تجلیات سے بھی اکتساب فیض کیا اور آپ جب حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کا تعارف حسن کشمیری نے کرایا جب حضرت خواجہ باقی باللہ نے آپ کو دیکھا تو آپ کے بلند مقام کو پہچان گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نے آپ سے کچھ ایام خانقاہ میں گزارنے کی درخواست کی تو حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حکم کی تعمیل میں رک گئے۔ آپ نے قیام کا ارادہ تو ایک ہفتہ کا کیا تھا لیکن یہ ڈھائی ماہ تک طویل ہو گیا۔ شیخ احمد سرہندی اگرچہ ڈھائی ماہ کے عرصہ تک حضرت خواجہ صاحب کی خانقاہ میں قیام پذیر رہے لیکن آپ نے صرف کچھ دن میں ہی حضرت خواجہ باقی باللہ سے خلافت حاصل کر لی۔ اس کے بعد آپ نے مدارج عالیہ اس تیزی کے ساتھ طے کے کہ تمام اولیاء کرام پر سبقت لے گئیں۔

درباری اکبری اور مجدد الف ثانی

اکبر کے دربار میں کس قسم کے علماء جمع تھے، اس کا اندازہ ملا عبد القادر بدایونی کی اس تحریر سے لگایا جاسکتا ہے۔

"عبادت خانہ میں ہر شب جمعہ کو سادات ومشائخ اور علماء وامراء کی طلبی ہوتی، آگے پیچھے بیٹھنے میں مشائخ وعلماء سے نفسانیت کا اظہار ہوا، ہر ایک دوسرے سے آگے اور ممتاز جگہ بیٹھنا چاہتا تھا، بادشاہ نے اس مشکل کو اس طرح سے حل کیا کہ حکم دیا کہ امراء جانب مشرق بیٹھیں، سادات جانب مغرب، علماء جنوب میں اور مشائخ شمال میں، بادشاہ خود ایک حلقہ میں آتا اور مسائل کی تحقیق کرتا"[7]

اعلیٰ دینی عہدیداروں میں ایک اہم رکن ملا عبد اللہ سلطانپوری[8] تھے جن کا عہدہ "مخدوم الملک" تھا، محض اس لئے کہ حج نہ کرنا پڑے، فریضہ حج کے اسقاط کا فتویٰ دے دیا تھا۔ زکوۃ کے لئے بھی حیلے سے کام لیتے تھے۔[9] دربار اکبری میں شیخ مبارک، ابوالفضل اور فیضی کا فتنہ بھی علماء سوء کا ہی فتنہ تھا۔[10] ان علماء سوء نے گمراہی کے دو بڑے دروازے کھول رکھے تھے، ایک ان میں نااہلیت کے باوجود اجتہاد کا دعویٰ اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں تحریف کرکے نت نئے عقائد اور خیالات کا اختراع اور ان باطل عقائد ونظریات کی قرآن وحدیث کے مقدس ناموں سے ترویج واشاعت کرنا تھا۔ ان علماء سوء کی دوسری گمراہی بدعت حسنہ کے نام سے دین میں نئی نئی ایجادیں کرنا تھا جو معاشرے میں لادینی افکار وخیالات کی اشاعت کا سبب بن رہے تھے۔[11]

ان علماء سوء نے فلسفہ اور کتب کفار کی روشنی میں باطل عقائد ونظریات کا اختراع کیا اور "دین اکبری" یا "دین الٰہی" کے ذریعے کفر والحاد کا پرچار شروع کردیا، جس کے نتیجے میں معاشرے میں ضعیف الاعتقادی ودیگر خرافات تیزی کے ساتھ سرایت کر گئیں جس نے نہ صرف عوام بلکہ خواص کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مغلیہ دور حکومت میں اکبر بادشاہ کے دور میں دین اسلام کے خلاف جو طوفان اٹھا، اس کا ایک سبب علماء سوء تھے جو معاشرے میں ضعیف الاعتقادی کو فروغ دینے کا سبب بن رہے تھے۔ ابوالفضل اور فیضی کی شمولیت سے دربارِ اکبری میں علماء سوء کا عروج شروع ہوگیا۔ علماءِ سوء میں سب سے پہلا نام شیخ مبارک کا ہے۔

شیخ مبارک

شیخ مبارک کا اصل نام مبارک اللہ تھا، مبارک اسکو عرفا کہا جاتا تھا مبارک ۹۱۱ھ میں ناگور میں پیدا ہوا اسی وجہ سے اس کو ناگوری کہتے ہیں۔ پہلے اس کے آباء واجداد یمن میں رہتے تھے جو کہ زیدی شیعوں کا پرانا مرکز تھا پھر اس کے آباء واجداد یمن سے سیہون آگئے جو کہ تفضیلی شیعوں اور لعل شہباز قلندر کے مریدوں کی آماجگاہ

ہے۔ اس زمانے میں سندھ اور گجرات بھی اسماعیلی اور بوہری شیعوں کا تبلیغی میدان تھا۔ اس کے ایک عرصے بعد ان کے آباء واجداد ناگور چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جب لودھی اقتدار کا سورج غروب ہوا تو شیخ مبارک احمد آباد چلا گیا، کافی مدت وہاں سکونت اختیار کر کے کئی علوم وفنون میں مہارت حاصل کی اور سنی مکتبہ فکر اور امامیہ فقہ کا بہت گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا اور سخت محنت ومشقت سے مجتہدانہ حیثیت حاصل کر لی۔ فقہ پر کامل دست گاہ حاصل کرنے کے بعد تصوف کی جانب قدم اٹھائے اور فلسفہ کی تعلیم ابوالفضل گازرونی سے حاصل کی بعد ازاں سلسلہ شطاریہ، طیفوریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں کمال پیدا کیا۔

سید ابوالحسن علی ندوی ان کی زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" شیخ مبارک کی طبیعت میں بے چینی اور دماغ میں فطرتاً شورش تھی۔ مذاہب اربعہ اور ان کے اختلافات سے واقف ہو کر ان کے اندر بجائے جمع وتطبیق اور تاویل وتوجیہ کے سب سے انکار وبیزاری کا رجحان پیدا ہو گیا تھا اور اس پورے فقہی ذخیرے اور اسلاف کی محنت سے بے اعتقاد ہو گئے۔ ان کے اندر ایک تلون وانتشار پیدا ہو گیا تھا اور ان میں ہر رنگ میں رنگے جانے اور ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' پر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔"

شیخ عبدالنبی اور ملا عبداللہ سلطان پوری نے شیخؒ کو مہدویت میں شمولیت پر آڑے ہاتھوں لیا تھا، اس وجہ سے شیخ مبارک ان کے بہت خلاف تھا۔ ملا عبداللہ سلطان پوری اور شیخ عبدالنبی نے شیخ مبارک کو اس حد تک اپنے احتساب کا نشانہ بنایا کہ اس کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے، چنانچہ مجبوراً وہ اپنے خاندان سمیت نظر بند ہو گئے تھے۔ تریسٹھ سال کے طویل عرصے تک شیخ مبارک نے کافی مصیبتیں برداشت کیں پھر اس کی قسمت چمکی۔ اس کی بڑی وجہ مرزا کوکہ کی سفارش تھی۔ مرزا کوکہ نے بادشاہ کے سامنے شیخ مبارک کی تعریف اس انداز سے کی کہ بادشاہ نے واپس گھر پر درس حدیث کی اجازت دے دی۔ س اعتقاد کی وجہ سے شیخ مبارک کے ذہین صاحبزادے ابوالفضل اور ابوالفیض بھی بادشاہ کے قریب آگئے۔ یہ دونوں بادشاہ کے ہم خیال تھے، اس وجہ سے بادشاہ اہم مسائل میں

ان سے مراجعت کرتا اور خاص طور پر ابوالفضل نے بادشاہ کا ہم خیال ہونے کی وجہ سے گویا بادشاہ پر جادو کر دیا تھا۔

ابوالفیض:

ابوالفیض، ابوالفضل سے بڑا تھا، ابوالفیض کی ولادت ۱۵۴۷ء میں آگرہ میں سلیم شاہ سوری کے دور میں ہوئی۔ اصل نام ابوالفیض تھا، فیضی کے لقب کے ساتھ شہرت تخلصا ہے۔ خواجہ حسن مروی ابوالفیض کے استاد ہیں۔علوم ادبیہ میں ضرب المثل تھا، ذریعہ معاش کے لئے پریشان تھا اس کی یہی پریشانی اس کو شیخ عبدالنبی کی مجلس میں لے آئی لیکن ان لوگوں نے بطور معاش کے لیے جاگیر کی خواہش کا اظہار کیا لیکن شیخ عبدالنبی نے ان پر شیعت کا الزام عائد کرتے ہوئے ذلت کے ساتھ اپنی مجلس سے نکلوا دیا۔ بعد ازاں مرزا کوکہ کی سفارش نے ان کو دربارِ اکبری میں رسائی دلائی۔ ابوالفیض نے اپنی شاعری سے اکبر پر ایسے تاثرات قائم کئے کہ اکبر نے ملک الشعراء کے خطاب سے اس کو نواز دیا۔ اکبر پر فیضی کے اثرات کا اندازہ ان امور سے ہوتا ہے کہ اکبر نے ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء میں بنگال کی مہم پر فیضی کی قربت کو اختیار کیا اور شہزادہ دانیال کو اس کی خدمت میں دے دیا، ۹۹۰ھ میں آگرہ، کالبی اور کالجز کے تعلیمی اداروں کی سرپرستی فیضی کو دینا، یوسف زئی پٹھانوں پر حملہ کے وقت فوج کے ساتھ فیضی کو بھیجنا اور ۹۹۹ھ میں فیضی کو خاندیش کی سفارت کے لئے مقرر کرنا۔ یہ وہ امور ہیں جو فیضی کی قدر و منزلت کو واضح کر دیتے ہیں، تاہم ان تمام کارناموں کو سرانجام دے کر ۱۰۰۴ء میں فیضی وفات پا گیا۔

فیضی کے مذہبی حالات کے بارے میں مولانا ابوالحسن ندوی تحریر رقم کرتے ہیں۔

"ملا عبدالقادر بدایوانی اور اس زمانے کے وہ تمام لوگ جن کے دل میں اسلام کی حمیت تھی اور عہد اکبری کی اس صورتحال سے سخت سے سخت مغموم و بیزار تھے، اس بات پر متفق ہیں کہ فیصی بھی اپنے والد کی طرح عقائد میں متزلزل اور ذہنی انتشار میں مبتلا تھا اور اس کا اکبر کو لامذہب و ملحد بنانے میں خاص دخل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فیضی کی زندگی ہی میں اس کے ملحدانہ خیالات کی شہرت ہوگئی تھی۔"

ان تمام حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر کو شریعت سے آزادانہ مذہبی رواداری پر عمل کرانے میں بھی اس کا عمل دخل ہوگا، اور اس پر مستزاد اس کے چھوٹے بھائی ابوالفضل کے کارنامے تھے۔

ابوالفضل:

ابوالفضل شاہ سوری کے زمانے میں ۹۵۸ھ میں پیدا ہوا۔ اس کے والد کے استاد کے نام پر اس کا نام رکھا گیا، سات برس کی کم ترین عمر میں ہی شیخ مبارک ناگوری سے جواہر معانی اور علوم کا خزانہ حاصل کرلیا۔ کم سنی سے ہی خود بینی کی وجہ سے ذہنی انتشار کا شکار رہا، تقلید کا سخت مخالف تھا۔ بادشاہ کے سامنے ۹۸۱ھ میں پہلی بار آیت الکرسی کی تفسیر لکھ کر دی اور بعد میں ۹۸۲ھ میں سورۃ الفتح کی تفسیر لکھ کر بادشاہ کو تحفہ میں دی۔ بادشاہ کو اس کی تفاسیر بہت زیادہ پسند آئیں جس کی وجہ سے بادشاہ اس کا بے حد معتقد ہوگیا اور وکالت مطلقہ اور وزارتِ جلیلہ جیسے اہم مناصب پر فائز کردیا۔ ابوالفضل کو علماء سے کافی خلش تھی اور خاص طور پر مخدوم الملک شیخ عبدالنبی اور صدرالصدور ملا عبداللہ سلطان سے سخت بیر تھا جسکی وجہ شیخ مبارک ناگوری کا سخت احتساب تھا کیونکہ ان دونوں علماء نے مہدویت کا ساتھ دینے پر ابوالفضل اور ابوالفیض کے والد کو بہت سختی سے لیا تھا چنانچہ اسی خلش کے سبب شیخ مبارک کے بیٹوں نے اکبر کو مخدوم الملک اور صدرالصدور کے خلاف اکسانا شروع کردیا۔ ان کی چال کارگر ثابت ہوئی اور بادشاہ شیخ عبدالنبی اور ملا عبداللہ سلطان پوری سے بدظن ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی بیرم خان کو ایک طرف کرکے اقتدار پر پوری طرح قابض ہوگیا اور مختلف مذاہب کی زمین میں تصوف کے ماتحت ''صلح کل'' کی پالیسی کو نافذ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اکبر ہر اس شخص سے نفرت کرتا جو اس کی راہ میں آتا، اکبر کو علماء سے نفرت ان کی قابل اعتراض باتوں کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ علماء کی اچھی عادات اور ترویج شرع کی کوششیں بھی اکبر سے وجہ مخاصمت بن گئیں اس وجہ سے وہ انہیں اپنے راستے کی رکاوٹ گردانتا۔ مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی کے بارے میں یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ شیخ عبدالنبی میں کوئی بھی ایسی خامی نہ تھی جو ناپسند کی جاتی، ان کی دیانتداری تو ضرب المثل تھی بلکہ وہ تو تشریحِ اسلام میں سرگرداں رہتے۔ دوسری ذات مخدوم الملک کی تھی ان میں بھی صرف ذاتی خامیاں تھیں لیکن شرعی اعتبار سے وہ بھی راسخ العقیدہ تھے۔ احتساب میں شدت کی برائی جو ان کی جانب منسوب کی جاتی ہے وہ دراصل اچھائی ہی ہے۔ لہٰذا اکبر نے علماء سوء ابوالفضل اور دیگر مصاحبوں کی صحبت سے یہ بات اپنے دل میں پختہ کرلی کہ سچائی کسی ایک مذہب کا وطیرہ نہیں بلکہ تمام مذاہب میں ایسی باتیں موجود ہیں جو سچائی پر مبنی ہیں چنانچہ اکبر نے اسلام کو دیگر مذاہب پر برتری دینا گوارا نہ کیا اور تمام مذاہب کا روادار ہوگیا۔ مجدد الف ثانیؒ نے اس طبقے کی اصلاح کے لیے کچھ عملی، لسانی اور قلمی کوشش کیں۔

مجدد الف ثانی کی علماء سوء کی اصلاح کے لے کی گی خدمات

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان علماء سوء سے علمی مناظرہ کیا اور ان کے عقائد باطلہ کے رد میں "رسالہ اثبات النوۃ" اور "رسالہ تہلیلیہ" تحریر کیا اور ان رسالوں کے ذریعے عقائد اسلام کا دفاع کیا۔ مزید براں مجدد الف ثانیؒ نے معاشرے میں بڑھتے ہوئے خرافات اور ضعیف الاعتقادی کے سدباب کے لئے اپنے مکتوبات میں عقائد اسلام اور اجتہاد و تقلید وغیرہ مسائل کلامیہ کے متعلق تحریر کیا۔ چنانچہ مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں جو حکیم عبد الوہاب کے نام ہے، تحریر کرتے ہیں۔

"اے سعادت مند! جو کچھ ہم اور آپ پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ اول اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق اس طرح درست کریں کہ جس طرح علمائے حق نے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے، ان عقائد کو کتاب و سنت سے سمجھا اور وہاں سے اخذ کیا ہے، کیونکہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا اگر ان بزرگواروں کی فہم ورائے کے موافق نہیں ہے تو وہ حدود واعتبار سے ساقط ہے، کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت سے ہی سمجھتا ہے اور ان کو وہیں سے اخذ کرتا ہے حالانکہ ان سے حق کے متعلق کسی چیز کا فائدہ نہیں ہوتا۔"[12]

مجدد الف ثانیؒ علماء سوء کے فتنہ کو اپنے ایک مکتوب میں جو صدر جہاں کے نام ہے تحریر کرتے ہیں۔

"آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا وہ علمائے سوء کی ہی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا، اس بارے میں امید ہے کہ پورا پورا تتبع مد نظر رکھ کر علمائے دیندار کا انتخاب کر کے پیش دستی کریں گے۔ علمائے بد، دین کے چور ہیں ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ ورعب داب اور بزرگی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنے سے بچائے"[13]

اسی سلسلہ میں مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں مولانا امان اللہ فقیہ کو تحریر کیا جس کا حاصل کلام یہ ہے کہ معلوم ہونا چاہیے کہ طریق سالک کی جملہ ضروریات میں سے ایک اعتقاد صحیح ہے جس کو علمائے اہل سنت والجماعت نے کتاب و سنت اور آثارِ سلف سے استنباط کیا ہے اور کتاب و سنت کو ان معانی پر محمول رکھنا بھی ضروری ہے جن معانی کو تمام علمائے اہل حق یعنی اہل سنت والجماعت نے اس کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا ہے اور اگر بالفرض کشف والہام کے ساتھ ان معانیٔ مفہومہ کے برخلاف کوئی امر ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ مثلاً وہ آیات واحادیث جن کے ظاہر سے توحید وجودی سمجھی جاتی ہے اسی طرح (جن آیات واحادیث) احاطہ اور سریان اور قرب معیتِ ذاتیہ معلوم ہوتے ہیں، جبکہ علمائے اہل حق نے ان

آیات واحادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے ہیں تو اگر اثنائے راہ میں سالک پر یہ معانی منکشف ہو جائیں اور سوائے ایک کے موجود نہ پائے اور اسکو محیط بالذات جانے اور ازروئے ذات کے قریب جانے۔ اگرچہ اس وقت غلبہ حال اور سکر وقت کے باعث معذور ہے۔ لیکن اس کو چاہیے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء وزاری کرتا رہے تاکہ اس کو اس بھنور سے نکال کر جو امور کو علمائے اہل حق کی آرائے صائبہ کے مطابق ہیں اس پر منکشف کرے اور ان کے معتقدات حق کے برخلاف سرمو ظاہر نہ کرے۔

غرض علمائے اہل حق کے معانی مفہومہ کو اپنے کشف کا مصداق اور اپنے الہام کی کسوٹی بنانا چاہیے کیونکہ وہ معانی جو ان کے مفہومہ معانی کے خلاف ہیں محل اعتبار سے ساقط ہیں، اس لئے کہ مبتدع یعنی بدعتی اور ضال یعنی گمراہ کتاب وسنت ہی کو اپنے معتقدات کا مقتدا جانتا ہے اور اپنے ناقص فہم کے موافق اسی (کتاب وسنت) کے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے ﴿يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا﴾ [14]"یہ اکثر کو ہدایت دیتا ہے اور اکثر کو گمراہ کرتا ہے" اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہلِ حق کے معانی مفہومہ معتبر ہیں اور ان کے برخلاف معتبر نہیں ہیں وہ اس سبب سے کہا ہے کہ انہوں نے ان معانی کو آثارِ صحابہ وسلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے تتبع واتباع سے اخذ کیا ہے اور ان کے نجوم ہدایت کے انوار سے اقتباس کیا ہے، اسی واسطے نجات ابدی انہی پر مخصوص ہو گئی ہے اور فلاح سرمدی انہی کو نصیب ہوئی ہے۔ ﴿أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [15]"یعنی یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں" اور اگر بعض علمائے اعتقادِ حق کے باوجود فروعیات (اعمال) میں سستی کریں اور عملیات میں تقصیرات کے مرتکب ہوں تو مطلق علماء کا انکار کرنا اور سب کو مطعون کرنا محض بے انصافی اور صرف مکابرہ یعنی ہٹ دھرمی ہے، بلکہ اس میں دین کی اکثر ضروریات کا انکار ہے کیونکہ ان ضروریات کے ناقل اور ان کے کھوٹے کھرے کو پہچاننے والے یہی لوگ ہیں۔[16]

اسی طرح بدعت حسنہ کا نظریہ بھی جس کے پس پشت اس عہد کے علمائے سوء نے اپنی خواہشات نفس کو دین کا جزو بنا رکھا تھا، مجدد الف ثانیؒ کی نظر میں سخت خطرناک تھا، اس لئے آپ نے اس نظریے کے خلاف بھی جنگ کی۔ آپ نے اس سلسلہ میں بھی متعدد مکتوبات لکھے۔ آپ خان خانان کو ایک مکتوب میں تحریر کیا ہے۔

"میرے مخدوم ومکرم! اس سلسلہ عالیہ کے لوگ اس ملک میں اجنبیوں کی طرح پڑے ہیں اور بدعتوں کے رواج پانے کے باعث اس ملک کے رہنے والوں کو ان بزرگواروں کو طریقے کے ساتھ جس میں سنت کا التزام ہے بہت کم مناسبت ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس سلسلہ والے لوگوں میں سے بھی بعض نے قصورِ نظر کے باعث اس طریقہ عالیہ میں بھی بدعتوں کو اختیار کر لیا ہے اور بدعت کا

ارتکاب کرکے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور اس عمل کو اپنے خیال میں اس طریقہ عالیہ کی تکمیل گمان کرتے ہیں۔ حاشاوکلا، بلکہ یہ لوگ اس طریقہ کے خراب وبرباد کرنے میں کوشش کررہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا وہ علمائے سوء کی ہی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا، اس بارے میں امید ہے کہ پورا پورا تتبع مد نظر رکھ کر علمائے دیندار کا انتخاب کرکے پیش دستی کریں گے۔ علمائے بد، دین کے چور ہیں ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ ورعب داب اور بزرگی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنے سے بچائے"[17]

مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ پیرزادہ خواجہ عبداللہ کو اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں۔

"اس وقت تمام جہان بدعتوں کے بہ کثرت ظاہر ہونے کے باعث بحر ظلمات کی طرح نظر آرہاہے اور سنت کا نور غربت وندرت کے باوجود اس بحر ظلمانی میں کرمہائے شب افروز یعنی جگنوؤں کی طرح محسوس ہورہاہے، اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کررہاہے اور سنت کے نور کو کم کرتا جاتاہے۔ سنت پر عمل کرنا اس (ظلمت) کے کم ہونے اور اس نورانیت کے زیادہ ہونے کا باعث ہے۔ اب اختیار ہے کہ خواہ کوئی شخص بدعتوں کی ظلمات کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھائے اور خواہ اللہ تعالیٰ کا گروہ زیادہ کرے یا شیطان کے گروہ کو بڑھائے۔۔﴿أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾"18 ﴿أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ "[19]

ایک مکتوب میں کابل کے مفتی خواجہ عبدالرحمن کو لکھتے ہیں۔

"نیز آپ ﷺ نے فرمایا"تمہیں لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسکو دانتوں سے پکڑو، اور نئے پیدا شدہ امور سے بچو، کیونکہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ پس جب دین میں ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت، تو پھر بدعت میں حسن کے معنی کیا ہوئے؟ نیز جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے، بعض کی کوئی خصوصیت نہیں، پس ہر بدعت سیئہ ہے۔ آں حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا"جب کوئی قوم بدعت پیدا کرتی ہے تو اس سے اس جیسی ایک سنت اٹھالی جاتی ہے" پس سنت کو مضبوط پکڑنا بدعت کے پیدا کرنے سے بہتر ہے۔ حضرت حسانؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا:"کسی قوم نے دین میں کسی بدعت کو جاری نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس جیسی ایک سنت کو ان میں سے اٹھالیا، پھر اللہ تعالیٰ قیامت تک اس سنت کو ان کی طرف نہیں لوٹاتا۔"[20]

یہ تمام حقائق اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ مجدد الف ثانیؒ نے ایک بڑا فتنہ جو علمائے سوء کی وجہ سے برصغیر معاشرے میں تیزی سے پھیل رہا تھا اور عوام الناس کے درمیان آپس کے اختلافات کو ترویج دینے میں بنیادی کردار کر رہا تھا، اس فتنے کی سرکوبی کی اور معاشرے میں بداعتقادی کا خاتمہ کیا۔ آپؒ نے اپنے مکتوبات اور مکالمات کے ذریعے علماء سوء کے باطل نظریات کی مخالفت کی اور ان کی اصلاح کا اہم کارنامہ سرانجام دیا۔

کئی برس گزرنے کے بعد آج کا معاشرہ بہت زیادہ فکری انتشار کا شکار ہے۔ ایک طرف جدیدیت کے رجحانات نے ہمارے معاشرے کی مسلمہ فکری اور علمی بنیادوں کو متزلزل کر دیا ہے تو دوسری طرف اسلام کی نئی تشریحات نے حقیقی مقاصد اسلام اور اہداف اسلام کا رخ تبدیل کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ مزید براں دینی اور مذہبی طبقات، فکر و عمل کے اعتبار سے عجیب تذبذب کا شکار ہیں۔ ایمانی دولت، یقین، اخلاص، محبت و معرفت کا بحران تو موجود ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ آنے والے دور کے قیامت خیز چیلنجز کے فہم اور ان کے سدباب کے لیے اختیار کیے جانے والے اسباب کا بھی غیر معمولی فقدان ہے جس کے نتیجے میں مذہبی طبقات کی طرف سے چھوٹے چھوٹے مسائل پر امت کی تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہے۔ مزید براں معاشرے کو مادیت کی رعنائی و خوبصورتی سے بچانے، ایمان و یقین کی راہ پر استقامت سے گامزن رہنے، اسلامی شریعت کی ترویج کے لیے عزیمت کی راہ اختیار کرنے، معاشرے میں پھیلی ہوئی فرقہ واریت کو دور کرنے اور امت کے اتحاد کو فروغ دینے کے سلسلے میں جو علمی، فکری و عملی رہنمائی کی جو ضرورت محسوس کی جاتی ہے وہ مجدد الف ثانیؒ کی فکر میں موجود ہے۔

خلاصہ

مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات سے یہ اصول واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب ریاست کی تمام قوتیں اسلامی شریعت کی بیخ کنی میں مصروف ہوں، ایسے وقت میں اسلامی شریعت کی ترویج کے کام کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا۔ مجدد الف ثانیؒ نے اپنے معتقدین پر یہ بات واضح کر دی کہ مظلومیت کے دور میں اسلام کی نصرت عام حالات میں خیر کے کثیر کاموں سے بھی افضل ہے۔ نیز مجدد الف ثانیؒ کی نظر میں اسلام کے تحفظ، فروغ اسلام، قوانین، اسلام کے اجراء اور حکومت کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل کے لیے عبدیت کی تعلیم دینا اور اس سلسلہ میں علماء سوء کی تربیت کرنا اشد ضروری ہے۔ مجدد الف ثانیؒ کے نظریہ کے مطابق امت میں پیدا شدہ تفریق کثیر کا بنیادی سبب، جمہور علمائے حق سے جداگانہ فکر اختیار کرنا ہے، چونکہ علمی زعم، تزکیہ نفس کا فقدان، حب جاہ و حب مال یا وقت کے حالات و افکار

اور ماحول سے اثر پذیری، علماء اور دانشوروں کو جمہور علماء کے فکر اسلامی سے دور کر دیتی ہے اور موجودہ درپیش حالات میں نئے فکر اسلامی کی پیش کش پر اکساتی ہے چنانچہ امت میں گروہ بندیاں جنم لینے لگتی ہیں جیسا کہ موجودہ صورتحال بھی اس بات کی عکاسی کرتی ہے۔ لہٰذا آج بھی امت کو اختلاف سے بچانے کے لیے جمہور علمائے حق کے فہم قرآن وسنت پر اعتماد اوران کی ترویج کرنا ضروری ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(1) کشمی، محمد ہاشم، (س ن) زبدۃ المقامات، (مترجم: ڈاکٹر غلام مصطفی خان) مطبوعہ سیالکوٹ، ص190۔

(2) مجدد الف ثانی، (س ن)، مکتوبات امام ربانی، (مترجم مولوی عالم الدین)، لاہور: تعلیمی پرنٹنگ پریس،، جلد اول، مکتوب ثانی۔

(3) ندوی، سید ابوالحسن، (1384ھ) "تاریخ دعوت وعزیمت" مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبر ا، کراچی، جلد چہارم، ص138۔

(4) مولانا کمال الدین بن محمد موسیٰ کشمیر سے 971ھ میں سیالکوٹ تشریف لائے اور تقریباً پچاس سال تدریس میں مشغول رہے اور 1071ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ (بحوالہ نزہۃ الخواطر، جلد5، ص316)

(5) مولانا یعقوب کشمیری 908ھ میں پیدا ہوئے، ساری زندگی تعلیم میں گزاری، 21 ذی الحجہ 1002ھ میں وفات پائی۔ (بحوالہ نزہۃ الخواطر، جلد5، ص430)

(6) ندوی، سید ابوالحسن، (1384ھ) تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبرا، کراچی، جلد چہارم، ص138۔

(7) بدایوانی، عبدالقادر۔ (س ن)، منتخب التواریخ، (مترجم محمود احمد فاروقی)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز جلد دوم، ص202۔

(8) سلطان پور مشرقی پنجاب میں جالندھر کے قریب ہے۔

(9) حولان حلول (ایک سال مکمل ہو جانا) سے پہلے وہ رقم جس پر زکواۃ فرض ہو رہی تھی۔ اہلیہ یا کسی دوسرے عزیز کو دے دیتے، وہ زکوۃ رقم لے لینے کے بعد واپس کر دیتا وہ اس طرح اس سال زکواۃ کی رقم سے بچ جاتے کہ زکوۃ فرض ہونے کے لیے حولان حول کی شرط ہے، وہ پوری بھی ہوتی۔

(10) سرہندی، شیخ احمد، فاروقی، (2011ء)، تذکرہ مجدد الف ثانی، کراچی: دار الاشاعت، ص37۔

(11) احمد، محمد وکیل۔ (1977ء)، مجدد اسلام، کراچی: محل پرنٹنگ پریس، ناظم آباد۔ ص63۔

(12) مجدد الف ثانی، (س ن)، مکتوبات امام ربانی، (مترجم مولوی عالم الدین)، لاہور: تعلیمی پرنٹنگ پریس، جلد اوّل، مکتوب نمبر157۔

(13) مجدد الف ثانی، (س ن)، مکتوبات امام ربانی، (مترجم مولوی عالم الدین)، لاہور: تعلیمی پرنٹنگ پریس، جلد اول، مکتوب نمبر 194

(14) سورۃ البقرۃ، آیت نمبر26۔

(15) سورہ المجادلۃ، آیت نمبر22۔

[16] مجدد الف ثانی، (س ن)، مکتوبات امام ربانی، (مترجم مولوی عالم الدین)، لاہور: تعلیمی پرنٹنگ پریس، جلد اول، مکتوب نمبر286۔

[17] مجدد الف ثانی، (س ن)، مکتوبات امام ربانی، (مترجم مولوی عالم الدین)، لاہور: تعلیمی پرنٹنگ پریس، جلد دوم، مکتوب نمبر62

[15]سورہ المجادلۃ، آیت نمبر22۔

[18]سورۃ البقرۃ، آیت نمبر26

[19] مجدد الف ثانی، (س ن)، مکتوبات امام ربانی، (مترجم مولوی عالم الدین)، لاہور: تعلیمی پرنٹنگ پریس،، جلد اول، مکتوب نمبر186